ڈاکٹر خورشید احمد فارق

دار الکتب قاہرہ کی ایک قلمی تاریخ

کتاب کا نام الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ ومغازی الخلفاء ہے۔ اس کے مؤلف چھٹی صدی ہجری کے ایک اندلسی عالم ہیں۔ اس کا موضوع رسول اللہ صلعم کے حالات ومغازی ہیں اور ان کے بعد ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ کے عہد خلافت کی فتوحات، موضوع کا دائرہ اتنا تنگ ہونے کے باوجود کتاب بڑی تقطیع کے چار سو اڑتالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے بہت سے ماخذوں سے مواد لیا ہے جن میں سے کچھ طبع ہو کر ہمارے سامنے آ چکے ہیں اور کچھ ہنوز پردۂ خفا میں ہیں، جن کا صرف شوق انگیز ذکر ہم ابن ندیم کی فہرست میں پڑھتے ہیں، جیسے سیف بن عمر اسدی (متوفی ۱۸۰ھ-۷۹۶ء) کی کتاب الردہ یا مدائنی (متوفی ۲۱۵ھ-۸۳۰ء) کی فتوح عراق یا ابن اسحاق مدنی (متوفی ۱۵۰ھ-۷۶۸ء) کی سیرۃ رسول اللہ یا قاضی زبیر بن بکار (متوفی ۲۵۶ھ-۸۶۹ء) کی انساب قریش۔

مؤلف کا نام سلیمان اور کنیت ابو الربیع ہے، یمن کے شاہی خاندان کلاع سے نسبی تعلق اور اندلس کے مشہور شہر بَلَنْسِیَہ[1] میں پیدائش کی بنا پر کلاعی اور بلنسی کہلاتے۔ ان کی زندگی کا کوئی صاف اور واضح نقشہ ہمارے سامنے نہیں ہے۔ تاریخ وحدیث سے گہری دلچسپی تھی۔ قدرت نے ان کو روشن ذہن اور گویا زبان عطا کی تھی۔ بلنسیہ کے دربار سے تعلق تھا اور شہر کے سب سے بڑے سرکاری خطیب کے عہدہ پر بھی کچھ عرصہ فائز رہے۔ ان کے ایک شاگرد اور ہم وطن ابوبکر بن آبار قضاعی (متوفی ۶۵۹ھ-۱۲۵۸ء) نے اپنی تاریخ "تکملۃ الصلۃ" میں ان کے علم وفضل اور تالیفات کا اس طرح ذکر کیا ہے:

تنقید روایت سے ان کو بڑی دلچسپی تھی، حدیث کے امام تھے اور اس کی بڑی پرکھ رکھتے

---

[1] قرطبہ سے لگ بھگ ساڑھے چار سو میل مشرق میں ساحل سمندر کے قریب ایک شہر۔

تھے۔ جرح اور تعدیل کے فن سے واقف تھے۔ ممتاز تاریخی افراد کی پیدائش اور موت کی تاریخیں ان کو خوب یاد تھیں، اس فن میں اپنے ہم عصروں سے بازی لے گئے تھے۔ اسی طرح اپنے ہمعصر اور دوسرا پیش رو علماء اور اکابر کے ناموں سے اور حالات سے خوب آگاہ تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے بہت کچھ لکھا ان کا خط بے مثال تھا، ادب پر گہری نظر تھی، بلاغت اظہار میں مشہور تھے، انشائے رسائل لکھنے میں ان کی نظیر نہ تھی، شعر و شاعری میں بھی پایہ بلند تھا، بڑے خوش بیان مقرر تھے، لباس بڑھیا اور پر تکلف زیب تن کرتے، شاہی جلسوں میں بادشاہ ان کی زبان سے بات کرتے تھے، اور منبر سے سلاطین کے تلقین کردہ پیغام اور پالیسی نشر کرتے تھے۔ مختلف اوقات میں بلنسیہ کے سرکاری خطیب بھی رہے، انہوں نے کئی فنون پر مفید کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً کتاب الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ و الثلثۃ الخلفاء، چار جلدوں میں (۲) صحابہ اور تابعین پر ایک جامع کتاب جو مکمل نہ کر سکے (۳) مصباح الظلم (۴) امام بخاری کے حالات و سوانح (۵) کتاب الاربعین، ان کتابوں کے علاوہ حدیث، ادب اور خطب پر بھی ان کی بہت سی کتابیں ہیں۔ لوگ دور دور سے ان کے پاس علم حاصل کرنے آتے تھے، میں خود ان کے گھاٹ سے سیراب ہوا ہوں اور فن حدیث میں تو میں ان سے بے حد فیضیاب ہوا یہ وہی تھے جنھوں نے مجھے یہ تاریخ (تکملۃ الصلۃ) لکھنے پر ابھارا اور اپنے تحقیق کردہ قیمتی معلومات عطا کئے جن سے میں نے اپنی تاریخ بھر لی ہے۔ ۵۶۵ھ (۱۱۶۹ء) میں پیدا ہوئے اور ۲۰ ذوالحجہ ۶۳۴ھ (۱۲۳۷ء) کو بلنسیہ سے چند فرسخ دور ایک حادثہ میں شہید ہوئے۔"

مولف نے کتاب کے مقدمہ میں مقصد تالیف، طریقہ تالیف اور اپنے بعض ماخذوں کی وضاحت کی ہے۔ مقصد تالیف ایقاع الاقناع اور امتاع النفوس والاسماع بتلاتے ہیں یعنی یہ کہ وہ رسول اللہ اور خلفائے ثلثہ کے حالات اور مغازی وہ اس تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قاری کی پیاس اچھی طرح بجھ جائے اور دل اور کان ان کے حالات سے محظوظ ہوں۔ طریقہ تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں نے اپنی تالیف میں بہت سی کتابوں سے مواد لیا ہے کہیں یہ مواد

ا: تکملۃ الصلہ ابن ابار میڈرڈ ۱۸۸۷ء

"حدیثِ سابق" کی کسی کمی یا کوتاہی کو دور کرنے کے لئے لیا گیا ہے، کہیں نئی معلومات فراہم کرنے اور کہیں "حدیثِ سابق" کو زیادہ واضح اور اجاگر کرنے کے لئے۔

بلنسی نے رسول اللہؐ کے حالات اور مغازی کی بنیاد ابن اسحاق کی مشہور سیرۃ رسول اللہ پر رکھی ہے اور اس کی بڑی گرمجوشی سے تعریف کی ہے۔ سیرۃ کے دو حصے جس میں افراد و قبائل کے طول طویل نسب بیان کئے گئے ہیں حذف کر دیئے ہیں اور اشعار بھی جن کی تعداد بہت بھی نکال ڈالے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ماہرین انساب کا ایک سکول اور بالخصوص ارباب حدیث، ابن اسحاق کے بیان کردہ بہت سے نسبی شجروں کو تسلیم نہیں کرتے اور سیرۃ کے اشعار کے بارے میں قدیم مبصرین شعر کی رائے ہے کہ ان کا بڑا حصہ جعلی اور گھڑا ہوا ہے[1]۔ دوسری وجہ یہ ہے جیسا کہ مولف نے تصریح کی ہے کہ انساب اشعار کا رسول اللہؐ کے حالات اور مغازی سے کوئی گہرا تعلق بھی نہیں ہے اور ان کے حذف کرنے سے رسول اللہؐ کی تاریخ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ انساب اشعار کا حصہ چھوڑ کر بلنسی نے ابن اسحاق کی باقی ساری سیرۃ اپنالی ہے اس کے علاوہ انہوں نے جن دوسرے اہم اور موجودہ وقت میں نایاب کتابوں سے خوشہ چینی کی ہے ان میں سے بعض کے نام اپنے دیباچہ میں دیئے ہیں۔

۱۔ مغازی موسیٰ بن عقبہ متوفی ۱۴۱ھ ۔ ۷۵۸ء۔

۲۔ کتاب المبعث تالیف قاضی واقدی متوفی ۲۰۷ھ ۔ ۸۲۲ء اس کے بارے میں بلنسی لکھتے ہیں کہ اپنے موضوع پر نہایت جامع اور مفصل کتاب ہے۔

۳۔ انساب قریش تالیف قاضی زبیر بن بکار مدنی۔ اس کی بابت بلنسی نے اپنے استاد کے استاد کا یہ قول نقل کیا ہے: هو کتاب عجیب الاکتاب نسبیہ، یعنی وہ محض نسب کی کتاب نہیں بلکہ نادر معلومات کا خزانہ ہے کتاب المبعث کی طرح یہ کتاب بھی نایاب ہے۔ خلافت راشدہ اور اکابر قریش سے متعلق اس میں جو اہم حقائق بیان ہوئے ہیں ان کا کچھ اندازہ شرح نہج البلاغۃ پڑھنے سے ہوتا

---

[1] دیکھئے فہرست ابن ندیم مصر ۱۳۴۸ھ ص ۱۳۶

ہے جہاں قاضی ابن ابی طلحہ نے "انساب قریش" کے بہت سے موتی بکھیر دیئے ہیں۔

۴۔ تاریخ الکبیر، تالیف ابوبکر بن ابی خیثمہ۔ بلنسی کہتے ہیں کہ یہ کتاب ایسا گہرا کنواں ہے جس کا پانی ڈول ڈالنے سے کبھی گدلا نہیں ہو سکتا، اور ایک ایسا سوتا ہے جس کو بڑے سے بڑا آب کش خشک نہیں کر سکتا۔ ابن ندیم صاحب فہرست نے ابن ابی خیثمہ کی چار کتابوں کے نام نقل کئے ہیں، جن میں ایک بلنسی کا ماخذ کتاب التاریخ ہے۔ ابن ندیم نے لکھا ہے کہ ابن ابی خیثمہ محدث، فقیہہ اور مورخ تھے ان کا انتقال ۲۷۹ھ میں ہوا۔[1]

مقدمہ کے آخر میں بلنسی لکھتے ہیں: جب میں رسول اللہؐ کے حالات و مغازی اس تفصیل سے لکھ لوں گا جس کی مجھے آرزو ہے تو میرا ارادہ ہے کہ اگر مشیت ایزدی شامل حال رہی تو رسول اللہؐ کے مغازی کے ساتھ پہلے تین خلفاء کے "مغازی" بھی شامل کر دوں۔

قاہرہ میں الکتفا کے تین نسخے میری نظر سے گذرے۔ ایک کامل اور دو ناقص۔ ان دونوں میں "حیات رسول اللہ" والا حصہ نہیں ہے۔ یہ ابوبکر صدیقؓ کے عہد سے عثمان غنیؓ کی خلافت تک محدود ہیں ان میں سے ایک قاہرہ کے قومی کتب خانہ دار الکتب میں ہے اور دوسرا ازہر یونیورسٹی کی لائبریری میں۔ دار الکتب والے کا نام ہے "کتاب فی المغازی والفتوح" اور ازہر والے کا "تاریخ الخلفاء الراشدین" (رقم ۲۹۵ اباظہ ۶۵۷۱) مولف کا نام اس پر ہے نہ اس پر' اس لئے دار الکتب اور ازہر یونیورسٹی کی فہرستوں میں دونوں کتابوں کے عنوان کے بعد لکھا ہے "المولف مجہول"۔ ان کو پڑھنے کے بعد میں نے الکتفا کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ "خلفائے ثلثہ" کا حصہ تینوں میں مشترک ہے اور یہ دونوں نسخے کسی نامعلوم مولف" کی تالیف نہیں بلکہ کلاعی بلنسی کی الکتفا سے ماخوذ ہیں۔ دار الکتب والے نسخہ کا خط خراب ہے اور کتابت کی بھی خوب غلطیاں ہیں۔ ازہر والا خوش خط ہے لیکن اغلاط کی اس میں بھی کمی نہیں۔

جیسا کہ میں نے شروع میں بتایا "الکتفا" چار سو اڑتالیس صفحوں پر مشتمل ہے تقریباً آدھی کتاب

---

[1]: فہرست ابن ندیم مصر ص ۳۲۱ ،

یعنی دو سو بیس صفحات میں ذکر رسول اللہ ہے، دو سو بیس سے دو سو چھیاسی یعنی کوئی چھیاسٹھ صفحوں میں ابوبکر صدیقؓ اور دو سو چھیاسی سے چار سو چالیس یعنی ایک سو چون میں عمر فاروقؓ اور صرف سات صفحوں میں عثمان غنیؓ کی فتوحات سے بحث کی گئی ہے چونکہ حضرت علیؓ کا عہد فتوحات سے خالی تھا اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ کتاب کو نقل کرنے والا عربی اور تاریخ دونوں کا حرف شناس تھا اس لیے کتابت کی غلطیاں بہت کم ہیں۔ مشکل الفاظ، اعلام اور اسمائے امکنہ اکثر صحیح اور زیر زبر لگا کر لکھے گئے ہیں۔ ناقل کا قلم خاصا باریک ہے اور ایک صفحہ پر اکتالیس سطریں ہیں۔ اگر یہ کتاب طبقات ابن سعد کے لائیڈن اوڈیشن کے نہج پر چھاپی جائے تو میرا اندازہ ہے ڈھائی ہزار صفحے سے کم ضخیم نہ ہوگی۔ اس کا باریک خط بالاستیعاب پڑھنے والے کے لیے کافی حوصلہ شکن ہے ایک دو صفحہ پڑھنے کے بعد آنکھیں تھک جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ میں "مغازی رسولؐ" والا حصہ نہیں پڑھ سکا جس کا افسوس ہے اور اس کے بارے میں کوئی ایسی رائے دینے سے قاصر ہوں جس پر بھروسہ کیا جا سکے تاہم اس کی ضخامت کو دیکھ کر اور بلنسی کے ماخذوں کو دھیان میں رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ کی زندگی پر ایک نہایت جامع کوشش ہے جس میں حقائق و معلومات کے ایسے گوہر مل سکتے ہیں جو مغازی واقدی، طبقات ابن سعد، انساب الاشراف بلاذری، سیرۃ الحلبیہ، تاریخ ابن کثیر، تاریخ طبری، یعقوبی اور تاریخ خمیس دیار بکری میں نہیں ملیں گے۔ خلفائے ثلثہ سے تعلق رکھنے والے حصہ کا میں نے تفصیلی جائزہ لیا اور اس کے وہ اجزاء قلمبند بھی کر لیے جو مطبوعہ کتابوں میں نہیں ملتے، اگر توفیق ایزدی شامل حال رہی تو ان کو چھپوا دیا جائے گا۔

خلفائے ثلثہ کے مغازی مرتب کرنے کے لئے ہمارے مصنف نے جن ماخذوں سے رجوع کیا ہے ان کو دو صنفوں میں رکھا جا سکتا ہے۔ ایک وہ جو طبع ہو چکے ہیں، دوسرے وہ جو طبع نہیں ہوئے بلکہ نایاب اور غالباً ناپید ہیں۔ مطبوعہ ماخذوں میں تاریخ طبری ہے جس سے آپ سب واقف ہیں، ازدی بصری کی فتوح الشام ہے جس کو ڈبلیو این لیس نے ۱۸۵۴ء میں کلکتہ سے نشر کیا تھا اور فتوح مصر والاسکندریہ ابن عبد الحکم کی ہے جس کو امریکہ کے ایک مستشرق چارلس ٹوری

نے ییل یونیورسٹی (YALE UNIVERSITY) کی مستشرقیاتی سوسائٹی کی طرف سے ۱۹۲۰ء میں چھاپا تھا۔ ان تینوں سے ہمارے مصنف نے خوب مواد لیا ہے طبری سے ردّہ لڑائیوں، نیز عراق، فارس اور ماوراء النہر کی فتوحات کے لئے۔ فتوح الشام ازدی سے فتوح شام کے لئے اور فتوح مصر سے فتوحات مصر کے لئے، فتوح شام اور فتوح مصر کے سلسلہ میں بلنسی نے ازدی اور ابن عبدالحکم کی مذکورہ بالا کتابوں کا بیشتر حصہ الاکتفا میں ضم کر لیا ہے۔ ان دونوں ملکوں کی فتوحات کے ذکر میں غیر مطبوعہ ماخذوں سے بہت ہی کم استفادہ کیا گیا ہے۔ لیکن ردّہ لڑائیوں اور عمر فاروقؓ کے عہد میں فتوحات عراق کی بڑی جنگوں جیسے قادسیہ (۱۴ھ یا ۱۵ھ) مدائن (۱۵ھ، ۱۶ھ) اور جلولاء (۱۶ھ) کے ضمن میں ہمارے سامنے ایسے نئے معلومات اور تاریخی انکشافات آتے ہیں جو موجودہ وقت میں ناپید ماخذوں سے لئے گئے ہیں۔ ان میں سے ذیل کی بلنسی نے تصریح کی ہے:

۱۔ کتاب الواقدی۔ بلنسی نے اسی طرح لکھا ہے اس سے مراد غالباً قاضی واقدی کی کتاب الرِّدّہ ہے جو ابن ندیم نے واقدی کی تصنیفات میں گنائی ہے۔ واقدی نے کتاب الردہ کے علاوہ ابوبکر صدیقؓ پر دو مستقل کتابیں بھی لکھی تھیں۔ ایک کتاب السَّقیفة وبیعة أبي بكر اور دوسری کتاب سیرة أبي بكر ووفاته

۲۔ کتاب الزہری (یعقوب بن محمد) یہ بغداد کے ایک بڑے محدث تھے۔ وطن تو مدینہ تھا لیکن دوسری صدی ہجری کے اواخر میں جب عباسی تمدن اپنے شباب پر تھا یہ بغداد آکر آباد ہو گئے تھے روایت اخبار و حدیث انکا پیشہ تھا۔ ۲۱۳ھ۔ ۸۲۸ء میں وفات پائی۔[1]

۳۔ کتاب الأموی۔ اموی سے غالباً ابن شہاب زہری (متوفی ۱۲۴ھ۔ ۷۴۱ء) مراد ہیں یہ موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق دونوں کے استاد تھے۔ مغازی اور تاریخ ان کا خاص موضوع تھا۔ اس موضوع پر متعدد رسالے اور کتابچے تصنیف کئے تھے۔

۴۔ کتاب الردّہ۔ تالیف وثیمہ بن موسیٰ۔ یہ کتاب نایاب ہے، وثیمہ فارس کے شہر

---

[1]:۔ تاریخ بغداد خطیب بغدادی مصر ۱۴/۲۶۹-۲۷۱۔

فسا کے باشندے اور ریشم کے تاجر تھے۔ تجارت کے تعلق سے عراق، شام، مصر حتیٰ کہ اسپین تک چلے گئے۔ ابتدائے اسلام کی تاریخ سے گہری دلچسپی تھی۔ ابن خلکان نے ان کی کتاب پڑھی تھی اس کے بارے میں لکھتے ہیں، ھو کتاب جید یشتمل علی فوائد کثیرۃ ۔ عمدہ کتاب ہے قیمتی معلومات پر مشتمل ہے[1]

ان چار کتابوں سے صرف ردّہ لڑائیوں کے سلسلہ میں اقتباس لئے گئے ہیں ان کے علاوہ بہت سی منفرد روایتیں مختلف راویوں کی طرف منسوب کر کے بیان کی گئی ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے ماخذ مذکورہ چار کے علاوہ ہیں۔ ردّہ لڑائیوں میں سب سے زیادہ مفصل ذکر جنگ یمامہ کا ہے اس کو پڑھ کر اس جنگ کی شدت اور بھیانک پن کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ طبری میں سیف بن عمر کی بیان کردہ روئداد ارتداد اتنی واضح اور ڈرامائی نہیں ہے۔ ردّہ سے متعلق سیف بن عمر اور الکتفاء کے بیانات کئی اہم مرحلوں پر ایک دوسرے سے مختلف اور متناقض بھی ہیں اس کے علاوہ الکتفاء میں ابوبکر صدیق رض کے متعدد ایسے خط موجود ہیں جو میری نظر سے عربی یا فارسی کی کسی دوسری تاریخ میں نہیں گذرے ان میں سے ایک خط تو سیف کے نقل کردہ خط کی مکمل تردید ہے۔ الکتفاء کی بعض روایتوں سے مالک بن نویرہ سے متنازعہ فیہا وجوہ قتل پر کچھ نئی روشنی پڑتی ہے اور ارتداد سے متعلق درجنوں اشعار سامنے آتے ہیں جن سے ہماری مفصل ترین مطبوعہ تاریخیں مثلاً تاریخ الرسل والملوک طبری، فتوح البلدان بلاذری اور فتوح اعثم کوفی خالی ہیں۔

فتوح عراق کے سلسلہ میں ہمارے مصنف کے تین خاص ماخذ ہیں۔ ایک تاریخ طبری، دوسرے ان کے اپنے استاد خطیب ابوالقاسم کی تاریخ جس کے نام اور حدود و بحث دونوں سے ہم قطعاً واقف نہیں ہیں اور تیسرے مدائنی متوفی ۲۱۵ھ؍۸۳۰ء کی فتوح عراق۔ تاریخ طبری چھپ کر دنیا کے سامنے آچکی ہے اور اس سے ماخوذ اقتباسات کی اہمیت بظاہر ختم ہو چکی ہے لیکن درحقیقت ایسا ہے نہیں۔ الکتفاء جس نسخہ سے نقل کی گئی ہے وہ اور ہے اور موجودہ طبری جن نسخوں سے ایڈٹ کی گئی ہے وہ اور ہیں، الکتفاء کی اصل بیشتر صحیح اور طبری کی اصل جگہ جگہ محرف ہے یا یوں سمجھئے کہ طبری کے جو اقتباس الکتفاء

---

[1] دنیات الایمان مصر ۱۳۱۰ھ ۲/۱۷۱

میں ہیں وہ موجودہ طبری سے زیادہ صحیح ہیں آپ نے کہیں کہیں طبری کی عبارت بہکی بہکی محسوس کی ہوگی یعنی کبھی عبارت میں ایک یا زیادہ لفظ ایسے آجاتے ہیں جن سے کوئی مناسب حال مفہوم نہیں نکلتا، اس کی وجہ کتابت کی غلطی ہوتی ہے کاتب کبھی سہواً غلط لکھ جاتا ہے، کبھی کم سوادی یا منقول شدہ نسخہ کے بدخط ہونے کے باعث کسی لفظ کو کچھ کا کچھ پڑھتا اور لکھتا ہے۔ اور کبھی اپنے اجتہاد سے کام لے کر یا بزعم خود عبارت میں حسن یا بلاغت پیدا کرنے کے لئے کوئی لفظ یا فقرہ اپنی طرف سے بھی بڑھا دیتا ہے۔ اکتفا اور طبری کی مشترکہ عبارتوں کے تقابل سے تاریخ طبری کی بعض تحریفات اور اضافوں کے رخ سے نقاب اٹھ جاتا ہے۔ مثلاً عمر فاروقؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کے مدینہ سے خروج اور جنگ قادسیہ ۱۴ یا ۱۵ھ کے وقوع تک کئی ماہ کے عرصہ میں جو مراسلے بھیجے ان میں سے ایک طبری میں اس طرح نقل ہوا ہے :-

" اما بعد فسر من شراف نحو فارس بمن معك من المسلمين و توكل على الله، واستعن به على أمرك كله، واعلم فيما لديك انك تقدم على امة عددهم كثير وعدتهم فاضلة وبأسهم شديد وعلى بلد منيع و ان كان سهلا كؤد لبحوره وفيوضه ودآدئه الا ان توافقوا غيضا من فيض، واذا لقيتم القوم أو احداً منهم فابدوهم الشد والضرب واياكم والمناظرة لجموعهم ولا يخدعنكم فانهم خدعة مكرة امرهم غير امركم الا ان تجادلهم، واذا انتهيت الى القادسية والقادسية باب فارس فى الجاهلية وهى اجمع تلك الابواب لمادتهم ولما يريدونه من تلك الآصل وهو منزل رغيب خصيب حصين دونه قناطر وانهار ممتنعة فتكون مسالحك على انقابها و ويكون الناس بين الحجر والمدر على حافات الحجر وحافات المدر والجراع بينهما، ثم ألزم مكانك فلا تبرحه فانهم اذا احسوك

أنغضتهم وزموك بجمعهم الذى يأتى على خيلهم ورجلهم
وجزرهم فإن انتم صبرتم احدوكم واحتسبتم لقتالهم و
نويتم الامانة رجوت ان تنصروا عليهم ثم لا يجتمع لكم مثلهم ابدا
الا ان يجتمعوا وليست معهم قلوبهم وان تكن الاخرى كان الحجر فى
ادباركم فانصرفتم من ادنى مدرة من ارضهم الى ادنى حجر من ارضكم
ثم كنتم عليها اجرأ وبها اعلم وكانوا عنها اجبن وبها اجهل حتى يأتى
الله بالفتح عليهم ويرد لكم الكرة[1]

اب سنئے الکفایہ میں یہ خط کس طرح بیان ہوا ہے:

فسر من شراف نحو فارس بمن معك من المسلمين وتوكل على الله
واستعن به امرك واعلم (طبری - فيما لديك) أنك تقدم على امة عددهم
كثير وعدتهم فاضلة وبأسهم شديد وعلى بلد (طبری - منيع) وان
كان سهلا كؤود لبحوره وفيوضه وآجامه (طبری میں اضافہ - الا ان
توافقوا غيضا من فيض) فانها لقيتم القوم او احدا منهم فابدؤا الضرب
والشد (طبری - فابدوهم اشد الضرب) واياكم والمناظرة لجموعهم
ولا تخدعنكم فانهم خدعة مكرة امركم غير امرهم (طبری - امرهم
غير امركم) الا ان تجادوهم فاذا انتهيت الى القادسية والقادسية
باب فارس فى الجاهلية وهى اجمع تلك الابواب (طبری میں اضافہ لمادتهم
ولما تريدونه من تلك الآصل) لما تريد ولما يريدون وهو منزل
رحيب خصيب حصين دونه قناطر وانهار ممتنعة فيكون مسالحك
على انقابها ويكون الناس من الحجر والمدر على اقصى حجر من ارض العرب

[1] : تاریخ طبری پہلا مصری ایڈیشن ۴/۸۸

(طبری میں اضافہ علی حافات الحجر وحافات المدر والجراع بینهما) وادنی مدرة
من ارض العجم، ثم الزموا مكانكم فلا تبرحوه فانهم اذا احسوكم انقضتم
(طبری۔ انغضتهم) ورموكم بجمعهم الذي ياتي على خيلهم ورجلهم
وحدّهم وجِدّهم فان انتم صبرتم لعدوكم واحتسبتم لقتالهم
(طبری میں اضافہ ۔ ونويتم الامانة) رجوت ان تنصروا عليهم ثم لا
يجتمع لكم مثلهم ابداً إلا ان يجتمعوا وليست معهم قلوبهم
وان تكن الاخرى كان الحجر في ادباركم فانصرفتم من ادنى
مدرة من ارضهم الى ادنى حجر من ارضكم ثم كنتم عليها اجرأ
وبها اعلم وكانوا عنها اجبن وبها اجهل حتى ياتيكم الله بالفتح ويرد لكم
الكرة"

اس مراسلہ کے سلسلہ میں ایک اور انکشاف بھی ہوا اور وہ یہ کہ اکتفا میں اس کا نسخہ کمیت میں طبری والے سے بقدر ایک چوتھائی زائد ہے اس فرق کی توجیہہ بس قیاس ہی سے کیجا سکتی ہے۔ اکتفا میں کہیں کہیں یہ الفاظ ملتے ہیں: "و فی کتاب سیف" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بلنسی یا ان کے استاد خطیب ابوالقاسم کے پیش نظر سیف بن عمر کی وہ بلند پایہ فتوح تھی جس کی صرف یاد ہی اب باقی رہ گئی ہے بہت ممکن ہے کہ خط زیر بحث اپنی طولانی شکل میں بلنسی یا خطیب ابوالقاسم نے وہاں سے نقل کیا ہو طبری نے اپنی تاریخ میں سیف سے جو مواد لیا ہے وہ براہ راست سیف کی کتاب سے نہیں بلکہ ایک مورخ شعیب کی معرفت ہے جو سیف کی کتاب سے ضروری اقتباس کر کے طبری کو لکھ بھیجتے تھے۔ ممکن ہے اقتباس کرنے میں خط کا وہ حصہ نظر انداز ہو گیا ہو یا قصداً حذف کر دیا گیا ہو جو اکتفا میں موجود

مصنف کا تیسرا ماخذ مدائنی کی فتوح عراق ہے یہ ماخذ قیمتی ہی نہیں نادر بھی ہے۔ فتوح کی سب سے جامع کتاب فتوح البلدان بلاذری نے فتوح عراق کا مواد زیادہ تر ابومخنف ازدی (متوفی سنہ ۲۰۶ھ / سنہ ۸۲۱ء) عوانہ (متوفی سنہ ۱۴۷ھ / سنہ ۷۶۴ء) ہیثم بن عدی (متوفی سنہ ۲۰۷ھ / سنہ ۸۲۲ء) ہشام کلبی

(متوفی ۲۰۶ھ۔ ۸۲۱ء) اور ابو عبیدہ بن معمر (۱۱۴ھ۔ ۲۱۱ھ/ ۷۳۲ء۔ ۸۲۵ء) سے لیا ہے اور طبری کی نہایت طویل فصل سیف بن عمر کے افادات پر مبنی ہے اس فصل کے بعد انہوں نے فتوح عراق سے متعلق ابن اسحاق مدنی (متوفی ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) کی روایت بھی مختصراً بیان کر دی ہے لیکن مدائنی سے نہ تو انہوں نے اور نہ بلاذری نے فتح عراق کی فصلوں میں استفادہ کیا ہے۔ بلنسی نے الاکتفا میں مدائنی کی فتوح عراق سے براہ راست اقتباس لے کر ہمارے تاریخی افق پر ایک نیا ستارہ چمکا دیا ہے۔

مدائنی سے لیا ہوا مواد چار قسم کا ہے:

(۱) وہ جو دوسرے مورخوں سے ہم آہنگ ہے (۲) جو اچھوتا اور تاریخی اعتبار سے انقلاب انگیز ہے، اس میں ہم عمر فاروقؓ کے ان متعدد مراسلوں کو داخل کر سکتے ہیں جو کہیں اور نہیں ملتے۔ (۳) جو فتوح عراق سے متعلق تاریخی اجمال کی تفصیل ہے یا کسی تاریخی ابہام کو دور کرتا ہے یا کسی تاریخی گوشہ پر روشنی ڈالتا ہے (۴) جو دوسرے مورخوں کے افادات و روایات سے مختلف یا متناقض ہے۔

نمونہ کے طور پر کسریٰ کے عراقی پایہ تخت مدائن کے سقوط کا حال مدائنی سے سنئے۔ اس کا افتتاح بلنسی نے ان الفاظ میں کیا ہے: "ابوالحسن مدائنی نے فتوح عراق میں مدائن کے سقوط کا ذکر کیا ہے جو مذکورہ تاریخی بیانات سے مختلف ہے۔ میں باختصار مدائنی کے چند اقتباس پیش کرتا ہوں۔"

مدائنی کے بیانات کو سمجھنے کے لیے مدائن کا تھوڑا تعارف ضروری ہے۔ مدائن مدینہ کی جمع ہے۔ مدائن کئی شہروں کا مجموعہ تھا جو ساسانی بادشاہوں نے یکے بعد دیگرے بنوائے تھے۔ ان میں کچھ ایک دوسرے سے متصل تھے اور کچھ دور دور واقع تھے، اسی مجموعہ کا پہلا اور سب سے پرانا شہر "مدینہ عتیق" کہلاتا تھا۔ اس کے ایک دوسرے شہر کا نام رومیہ تھا جہاں فوجی بارکیں اور اسلحہ خانے تھے۔ تیسرے شہر کا نام بہرسیر تھا، جو دجلہ کے بائیں کنارے واقع تھا، باقی سارے شہر مشرقی کنارے پر تھے[۱] مدائنی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ آپ بھی پڑھیں گے کہ رومیہ کی چھاؤنی میں ساسانی حکمران ہندوستان کی ایک جاٹ رجمنٹ بھی رکھتے تھے۔

۱؎ معجم البلدان یاقوت مصر ۱۹۰۶ء، ۷/ ۴۱۳

جب سعد ابن ابی وقاص، نہرشیر (بہرسیر) پر قابض ہو گئے اور غربی دجلہ کے باشندوں نے جزیہ گذار ہونے کے لئے معاہدے کر لئے تو یزدجرد (شاہ فارس) نے مدائن سے اپنے خزانے اور مال و متاع اور دفاتر حلوان (شمالی عراق کا سرحدی شہر) منتقل کر دیئے۔ وہ اپنی فوجوں کے ساتھ ایوان کسریٰ (مدائن کا شاہی قلعہ) میں مقیم ہو گیا اور سعد مسلمانوں کے ساتھ دیر مبارک (بہرسیر) میں (اس وقت دجلہ میں ایسی باڑھ آئی ہوئی تھی کہ اس کے دونوں کنارے پانی سے لبریز تھے)، ایک رات مسلمانوں نے یہ آواز سنی: مسلمانو! مدائن کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ کشتیاں ہٹا دی گئیں، پل کاٹ دیئے گئے اب انتظار کاہے کا ہے جس رب نے تمکو خشکی میں چلایا ہے وہی دریا بھی پار کرا دے گا۔ یہ آواز سن کر سعد بن ابی وقاصؓ نے مسلمانوں کو دریا پار کرنے کی ترغیب دی اس کے بعد مدائنی نے مسلمانوں کے گھوڑوں پر دریا پار کرنے کا حال اسی سے ملتا جلتا بیان کیا ہے جیسا اوپر گذر چکا ہے۔ اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے مدائنی کہتے ہیں: دریا پار کرنے کے بعد ضرار بن خطاب اور ان کے ساتھی مسلمانوں نے نظر اٹھائی تو کسریٰ کا سفید محل سامنے تھا۔ یہ دیکھ کر ضرار نے اللّٰہ اکبر کا نعرہ لگایا اور کہا: اب کعبہ کی قسم ابیض مدائن (یعنی کسریٰ کا مشہور سفید مرمریں محل) سامنے ہے، جب مسلمانوں نے دجلہ پار کیا تو کسریٰ یزدجرد کی ساحلی چوکیوں پر جو فوج متعین تھی یہ کہتی ہوئی بھاگ گئی: یہ انسان نہیں دیو ہیں۔ اب مدائن کی فوجی چھاؤنی ردمیہ سے فوج، گھوڑا پلٹن کے شاہی دستے اور ہاتھی نکل کر آئے مسلمان ان سے متصادم ہوئے۔ ہاتھی مسلمانوں کے گھوڑوں کے سامنے چنگھاڑتے (اور ان کو قریب نہ آنے دیتے) مسلمان کم تھے، ان کے ساتھ پیدل فوج نہ تھی جو ان کے سواروں کی مدافعت کرتی۔ گھوڑے ہاتھیوں سے بدکتے تھے۔ اس وقت ایک شخص سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس آیا اور بولا: آپ مجھے میرے مال و متاع اور بال بچوں کو امان دیں تو میں ایسی تدبیر بتاؤں جس سے ہاتھیوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے امان دے دی۔ نووارد: ہاتھیوں کا توڑ "سور ہیں"۔ سعد بن ابی وقاص: میں سور کہاں سے لاؤں؟ نووارد: میں لاتا ہوں۔ وہ سور لے کر آیا، ان کو مار لگائی گئی تو وہ ہاتھیوں کی سونڈ کی طرف بھاگنے لگے۔ ہاتھی بوکھلا کر بھاگ پڑے، فارسی فوج پسپا ہو گئی، ایک شہ سوار بھاگنے

والوں کی پشت پناہی کے لئے کھڑا ہوا اور وہ تنگ راستہ روک لیا جہاں سے بھاگ کر فارسی فوج نے اپنی جان بچائی تھی۔ جب مسلمان اس کے قریب آئے تو اس نے گھوڑے کو آگے بڑھنے کے لئے مارا لیکن گھوڑا نہ بڑھا اب اس نے بھاگنے کے لئے گھوڑے کو پھر مارا پر اب بھی وہ اڑا رہا اس اثنا میں ایک مسلمان نے نیزہ مار کر اس کو ہلاک کر دیا۔ مسلمان رومیہ میں داخل ہو گئے۔ گھوڑا ایلیٹن کے شاہی دستے شکست کھا کر یزدجرد کے محل (ایوان کسریٰ) پہنچے تو وہ اور اس کی سوار اور پیدل فوج بھاگ گئی۔ بھاگتے وقت انھوں نے پیچھے سے یہ آواز سنی: کیوں جان گنواتے ہو، تمہاری حکومت کا وقت ختم ہو چکا ہے! رومیہ پر قابض ہو کر سعد بن ابی وقاصؓ پرانے شہر (مدینہ عتیقہ) کی طرف بڑھے وہاں مسلمانوں کا گذر کسریٰ کی بیٹھک سے ہوا جس کا نام "بہشت ایوان" تھا وہ کھڑے ہو کر اس حسین عمارت کا تماشا دیکھنے لگے اور سعدؓ باقی فوج کے ساتھ آگے نکل گئے جب دیر تک یہ پسماندہ مسلمان نہ آئے تو سعدؓ کو اندیشہ ہوا کہیں اچانک حملہ کر کے دشمن نے ان کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دیئے ہوں۔ دریافت حال کرایا تو معلوم ہوا کہ سب بخیریت ہیں۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے بعض فارسی رئیسوں سے جو ان کے ساتھ تھے کسریٰ کی بیٹھک کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: "یہ بہشت ایوان" ہے۔ سعدؓ: بہشت کے کیا معنی ہیں؟ رئیس: جنت۔ یہ سن کر سعدؓ نے کچھ لوگ پیچھے بھیجے جنھوں نے بہشت ایوان کو جلا دیا۔

اہل مدائن، چاندی اور سونے کے پیالوں میں درہم و دینار بھرے سعدؓ بن ابی وقاص کے استقبال کو آئے اور جزیہ کی پیشکش کر کے جان و مال کی امان چاہی۔ سعدؓ نے جزیہ قبول کیا اور "سفید محل" میں فروکش ہوئے۔ ان کے حکم سے اہل مدائن نے دجلہ پر پل بنائے اس کے بعد باقی مسلمان، ان کے بیوی بچے اور اونٹ (مغربی کنارہ) سے مدائن آ گئے۔ سعدؓ نے قصر ابیض چھوڑ کر دو جگہ اپنا کیمپ لگایا۔ ایک "ناقوس" اور دوسرے "نہر العش" پر۔ ان دونوں جگہوں کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا۔ نہر العش والے کیمپ میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی۔ ناقوس میں سعدؓ نے ایک مسجد بنائی جو آج تک "مسجد عسکر" کہلاتی ہے۔ صفین جاتے ہوئے علی بن ابی طالبؓ مدائن آئے تو انھوں نے اسی مسجد میں نماز ادا کی۔ سعدؓ نے اہل مدائن کی کوئی چیز نہیں چھوئی۔ بس بادشاہ، شاہی خاندان اور بھاگنے والوں

کے مال و متاع پر قبضہ کر لیا، بادشاہ، شاہی خاندان اور بڑے لوگ اپنا جو سامان نہ لے جاسکے وہ سب مسلمانوں نے لے لیا، اس میں ایسی ایسی چیزیں اور اتنے مختلف قسم کے کپڑے تھے جن کی تفصیل بیان کرنا دشوار ہے۔

مسلمانوں نے رومیہ چار حصوں میں بانٹا اور راس میں بس گئے یہ چاروں حصے قبائل کے ناموں سے مشہور رہیں، ان میں غیر عربوں کی آبادی بھی تھی، ایک حصہ کا نام "ربع عبد القیس" پڑا، دوسرے کا "ربع بجیلہ و اسد" تیسرے کا "ربع خزاعہ" اور چوتھے کا نام برقرار رہا یعنی "شتوح" سنہدوان یعنی سنہدڑوں کی بستی، یہاں کسریٰ نے جاٹوں کو آباد کیا تھا، یہ بستی آج تک اسی نام سے موجود ہے۔[۱]

[۱] - اکتفاء ص۴۰۷

قرآن اور علم جدید

ڈاکٹر محمد رفیع الدین

اس کتاب میں فاضل مصنف نے بتایا ہے کہ علوم جدیدہ اور قرآن کے درمیان کیا رشتہ ہے۔ اسلام کی نظر میں علوم کی اہمیت کیا ہے اور وہ ہمارے روزمرہ کے مسائل و مشکلات کو کس طرح حل کرتا ہے

صفحات ۵۵۲ قیمت ۶/۵۰ روپے

مشاہیر اسلام

خواجہ عباد اللہ اختر

اسلام کی تاریخ مشاہیر و اکابر کے حیات افروز اور روح پرور سوانح حیات کا ایک دلکش اور دلآویز مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں چند مشاہیر کے حالات و سوانح مورخانہ کاوش سے بیان کئے گئے ہیں۔

صفحات ۴۶۷ قیمت ۶/۰ روپے

ملنے کا پتہ :-

سیکرٹری ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور

(بسلسلہ صفحہ ۶)

"عمل اہل مدینہ" فیصلہ کن چیز ہے لیکن دوسرے ائمہ فقہ "عمل اہل مدینہ" کو سند اور حجت نہیں مانتے اس لئے کہ خود اہل مدینہ بعض مسائل میں مختلف الرائے تھے اور یہ تفقہ کے اعتبار سے مختلف درجے بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ فرمایا کرتے کہ اگر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے شرف صحابیت کا پاس نہ ہوتا تو تفقہ میں علقمہ کو میں ان پر ترجیح دیتا۔

کون کہہ سکتا ہے کہ "عمل اہل مدینہ" کے بارے میں یہ دونوں رائیں غیر وزنی ہیں؟ امام مالک کی رائے اپنی جگہ دیانت فکر اور حب رسول اللہ پر مبنی ہے، لہذا لائق احترام ہے۔ لیکن دوسرے ائمہ فقہ کی رائے بھی دیانت فکر کی حامل ہے اور ایک نہایت اہم بنیادی اصول پر مبنی ہے۔

ایک "مرکز ملت" یعنی عباسی خلیفہ منصور نے امام مالک سے ایک مرتبہ فرمایا:

"کیا آپ کی فقہ (حکماً) سارے عالم اسلام میں رائج نہ کردوں؟"

لیکن امام مالک نے سختی سے روکا اور جواب دیا۔

"ایسا ہرگز نہ کیجیے، رسول اللہ کے صحابہ مختلف دیار و امصار میں فتوحات اسلامی کے دور میں پھیل گئے اور ان کے فتاوے اور قضایا، جہاں جہاں وہ پہنچے رائج ہو گئے، انہیں غلط کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ ایک رائے جو میں قائم کرتا ہوں وہ میری بصیرت پر مبنی ہے ایک رائے کوئی اور قائم کرتا ہے وہ اس کی بصیرت پر مبنی ہے جو جسے اصح، اولی اور افضل سمجھے اسے عمل کی پوری آزادی ہونی چاہیئے۔

امام مالک کے اس جواب باصواب کے بعد منصور خاموش ہو گیا اور اپنے ارادۂ فاسد سے باز آ گیا۔

لہذا شخصی قوانین سے متعلق جو طائفی اختلافات ہیں وہ دیانت فکر، دلیل، روایت اور فتاوی و قضایائے صحابہ پر مبنی ہیں۔ کوئی "مرکز ملت" اگر کبھی اور کہیں ان میں مداخلت کرنا چاہے تو اسے تاریخ کا مطالعہ ایک مرتبہ ضرور کر لینا چاہیئے۔

بغداد کی تباہی اور بغداد کے بعد اسلام کے بہترین ثقافتی تہذیبی اور عمرانی مرکزوں، شہروں اور عمارتوں کی ویرانی اور بربادی تاتاریوں کے ہاتھوں ہرگز ظہور پذیر نہ ہوتی اگر

شیعوں سنیوں کے فکری اور اجتہادی اختلافات کو تسلیم کر کے انہیں پوری آزادی دے دی گئی ہوتی اور ایک دوسرے کا درپے تخریب نہ ہوتا۔ نیشاپور، بخارا، سمرقند اور دوسرے تاریخی شہر مسمار نہ ہو گئے ہوتے اور وہاں مانند آب مسلمانوں کا لہو ارزاں نہ ہو گیا ہوتا۔ اگر شوافع اور احناف کے مابین اختلافات فکری و اجتہادی کا فیصلہ "رفع یدین" سے کرنے کی کوشش نہ کی گئی ہوتی۔

ترکوں اور ایرانیوں میں وہ خوں ریز جنگیں نہ ہوتیں جن سے دشمنوں نے پورا فائدہ اٹھایا اگر دونوں ایک دوسرے کی فکر و اجتہاد کو خلوص پر مبنی سمجھتے۔

پس ضرورت اس کی ہے کہ کھلے دل سے ان فکری و اجتہادی اختلافات کو تسلیم کیا جائے نہ کہ انہیں "مرکز ملت" کے واسطہ سے ختم کرنے کی کوشش کی جاتے۔

سیاستِ شرعیہ

مؤلفہ:- رئیس احمد جعفری

اسلام نے اب سے چودہ سو برس پہلے ایک دستورِ حیات پیش کیا تھا جو دوسرے تمام نظاموں سے بالکل الگ اور منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ سیاست شرعیہ میں قرآن اور حدیث کی روشنی میں اسی اجمال کی تفصیل ہے۔ یہ مصر کے مشہور مصنف علامہ عبدالوہاب خلاف کی تصنیف السیاسۃ الشرعیہ کا سلیس و شگفتہ ترجمہ ہے —— قیمت ۵ روپے

ملنے کا پتہ:-

سیکرٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور